تقیہ

مصنف :

علامہ سید سعید اختر رضوی (طاب ثراہ)

مترجم:

شیعہ اہل البیت

المعارف
AL-MAARIF

تقیہ

مصنف :
علامہ سید سعید اختر رضوی (طاب ثراہ)

مترجم:
شیعہ اہل البیت

ناشر:
المعارف فاونديشن
ٹورانٹو، کینیڈا

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اس کتاب کی طباعت اور اشاعت کسی بھی صورت
میں ناشر و محقق کتاب کی اجازت بغیر ممنوع ہے۔

نام کتاب : تقیّہ

مصنف : علامہ سید سعید اختر رضوی (طاب ثراہ)

مترجمہ : شیعہ اہل البیت

طبع دوم : ۲۰۲۰ء

ISBN : 978-0-920675-55-7

ناشر:

المعارف فاونڈیشن

ٹورانٹو، کینیڈا

www.al-m.ca | publications@al-m.ca | (+1-416) 624-7861

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

الحمد لله ربّ العالمين والصلاة والسلام على أشرف المرسلين وخاتم النبيّين أحمد المجتبي أبي القاسم محمّد المصطفى وآله الطيّبين الطاهرين.

أمّا بعد: فقد قال الله سبحانه تبارك وتعالى:

مَن كَفَرَ بِاللهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَـٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٦﴾

ترجمہ: جس نے اپنے ایمان (لانے) کے بعد اللہ کا انکار کیا، سوائے اس کے جو مجبور ہوگیا مگر اس کا دل ایمان پر تسلّی پاتا تھا لیکن جس نے کفر کے لئے سینہ کھول دیا تو ایسوں پر اللہ کی طرف سے غضب ہوگا اور انہیں بڑا عذاب ہوگا۔[1]

درج بالا قرآنی آیات اس واقعہ کا حوالہ دیتی ہیں جب حضرت عمّار بن یاسرؓ کو، کفّار قریش کے ستم سے بچنے کے لئے اسلام کے خلاف کچھ الفاظ کہنے پڑے۔

اس سے واضح طور پہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر زندگی خطرے میں ہو تو حقیقی عقیدہ چھپانے کی اجازت ہے۔ یہ قانون تقیّہ کہلاتا ہے۔

سوال نمبر ۱: ''تقیّہ'' کے کیا معنی ہیں؟

جواب: اس کا لغوی مطلب ہے ''حفاظت کرنا''؛ ''دفاع کرنا''؛ ''ڈرنا''؛ ''تقوی'' (کیونکہ یہ اللہ تعالی کی ناراضگی سے بچاتا ہے)۔

[1] القرآن، سورہ نحل، آیت ۱۰۶۔

المنجد کہتے ہیں:

تَقٰی یتَّقِی تُقیً وتقاءً وتقیّۃً بمعنیٰ اِتّقی . . . اِتَّقی اِتِّقآءً صار تقیّاً.

لغت السورہ میں کچھ یوں درج کیا گیا ہے: تقیّۃً، تقاۃً = پرہیز گاری (تقیّہ، تقت = تقوی)

سوال نمبر ۲: اسلامی اصطلاح میں اس کی کیا اہمیّت ہے؟

جواب: اسلامی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے، "اپنے عقیدے یا مذہب کو مخفی رکھتے ہوئے، جان، عزّت یا جائیداد (خواہ اپنی ہو یا دوسرے مومنین کی) بچانا"۔[۲]

سوال نمبر ۳: کیا یہ عقیدہ صرف اہل تشیّع سے مخصوص ہے، کیونکہ ہم نے بہت سے لوگوں کو تقیّہ کی وجہ سے شیعہ مکتبہء فکر پہ مختلف قسم کے الزامات دھرتے سنا ہے؟

جواب: ہر معاشرہ، مذہب اور گروہ یہ عقیدہ اپناتا ہے اور کسی ایک یا دوسرے وقت میں اس پہ عمل کیا جاتا رہا ہے۔ آپ کو اولڈ اور نیو ٹسٹامنٹ میں بھی اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی، اور حضور اکرم (ص)، ان کے اصحاب اور بہت سے سنّی علماء کی زندگیوں میں بھی اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

سوال نمبر ۴: لیکن یہ بتائیے کہ کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: جی ہاں، اللہ تعالی قرآن پاک میں اس کی اجازت دیتا ہے اور عقل بھی اس اجازت کے پس پردہ حکمت کو تسلیم کرتی ہے۔

شاہ عبد العزیز دہلوی لکھتے ہیں: یہ معلوم ہونا چاہئیے کہ درحقیقت شریعت نے تقیّہ کی اجازت

---

[۲] شاہ عبد العزیز دہلوی: تحفۂ اثناء عشریّہ، باب ۱۱، صفحہ ۳۶۸۔

دی ہے اور اس کی دلیل یہ آیات قرآنی ہیں، ''سوائے اس وقت کہ جب تمہیں ان سے دفاع مقصود ہو'' اور ''سوائے اس کے جو مجبور ہے جبکہ اس کا دل ایمان پر راسخ ہے''۔[۳]

مشہور سنّی عالم، علّامہ وحیدالزّماں خان، جو حیدرآباد (ہندوستان) سے تعلّق رکھتے ہیں، کہتے ہیں: تقیّہ قرآن پاک سے ثابت ہے، ''سوائے اس وقت کہ جب تمہیں ان سے دفاع مقصود ہو'' اور جاہل لوگ سوچتے ہیں کہ تقیّہ صرف شیعہ مکتبہء فکر سے ہی مخصوص ہے جبکہ بعض حالات میں یہ سنّی مکتبہء فکر میں بھی جائز ہے۔[۴]

سوال نمبر ۵: اگر آپ اپنا عقیدہ چھپاتے ہیں اور کسی غیر اسلامی اعتقاد پر اپنا ایمان ظاہر کرتے ہیں، تو کیا آپ خود بخود حلقہء اسلام سے خارج ہو کر کافر نہیں بن جائیں گے؟

جواب: ایمان اور یقین، اسی طرح بے یقینی اور بے ایمانی (المختصر، ایمان اور کفر) بنیادی طور پہ 'دل' سے تعلّق رکھتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالی نے ان نو مسلم عربوں کو ڈانٹ دیا جنہوں نے دعویء ایمان کیا:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَـٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤﴾

ترجمہ: صحرائی عرب کہتے ہیں: ''ہم ایمان لائے'' (ان سے) کہو: تم ایمان نہیں لائے؛ بلکہ کہو ''ہم نے اسلام قبول کیا'' کیونکہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔[۵]

ایمان کا زبان سے اظہار بہت کم کردار ادا کرتا ہے۔ ایمان، بغیر اظہار کے، قابل قبول ہے لیکن قرآن پاک اظہار، بغیر ایمان، کی متعدّد بار مذمّت کر چکا ہے:

---

۳ ایضاً۔
۴ علّامہ وحید الزّماں خان: انوار اللّغات، بنگلور ایڈیشن، پیر ۲۶، صفحہ ۸۴۔
۵ القرآن، سورہ حجرات، آیت ۱۴۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللهِ ۘ وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝١

ترجمہ : جب منافقین آپ (ص) کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ (ص) اللہ کے رسول ہیں'' اور بے شک اللہ جانتا ہے کہ آپ (ص) یقیناً اس کے رسول ہیں اور بلاشبہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین یقیناً جھوٹے ہیں۔[۶]

اب یہ بھی یاد رکھئے کہ اسلام کی نظر میں ایک مسلمان کی زندگی نہایت قیمتی ہے۔ درج ذیل آیت ظاہر کرتی ہے کہ واحد انسانی جان کو کس قدر اہمیّت دی گئی ہے:

وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا

ترجمہ : اور جس نے اسے (انسانی جان) کو بچایا، گویا اس نے پوری انسانیّت کو بچا لیا۔[۷]

لہذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ زندگی کو غیر قانونی تباہی سے بچائے، خواہ یہ اس کی اپنی زندگی ہو یا کسی اور کی:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

ترجمہ : اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔[۸]

یہی وجہ ہے کہ قتل کی طرح خودکشی کو بھی گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ شیعہ فقہ کے مطابق پیغمبر، امام یا ان کے خصوصی طور پہ نامزد کردہ نائبین کی اجازت کے بغیر یا بغیر دفاعی مقصد کے جہاد بالسّیف (جنگ) کی اجازت نہیں ہے۔

اور اگر کسی مومن کی زندگی بچانا مقصود ہو تو اجازت ہے کہ جھوٹ بول کر وہ قیمتی زندگی بچا لی جائے۔

سوال نمبر ۶: ٹھیک ہے آپ نے ایک زندگی بچا لی لیکن آپ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے یعنی جھوٹ کے۔ چنانچہ آپ دونوں صورتوں میں روحانی طور پہ ذلّت کا نشانہ بنیں گے۔ تو پھر کیوں نہ

---

۶ القرآن، سورہ منافقون، آیت ۱۔
۷ القرآن، سورہ مائدہ، آیت ۳۲۔
۸ القرآن، سورہ بقرہ، آیت ۱۹۵۔

سچ کا دامن ہی تھاما جائے خواہ اس کے نتیجے میں دشمن کے ہاتھوں جان ہی کیوں نہ قربان کرنا پڑے۔

جواب: اگر کوئی شخص ایسی صورت حال کا سامنا کر رہا ہو جس میں دونوں صورتوں میں کسی برائی کا مرتکب ہونا پڑے تو عقل کا تقاضا ہے کہ چھوٹی نوعیّت کی برائی کا انتخاب کرے۔

یا اگر اپنی دو ملکیّتوں میں سے کسی ایک ملکیّت کو تباہ کرنے پہ مجبور ہو تو یقینی طور پر اپنی کم قیمت ملکیّت کو تباہ ہونے دے گا تا کہ زیادہ قیمتی شے کو بچا سکے۔

سورہ الکہف میں مذکور، حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت خضر علیہ السّلام کے واقعات کی شرح کرتے ہوئے امام فخر الدّین الرّازی کہتے ہیں:

أن عند تعارض الضررين يجب تحمل الأدنى لدفع الأعلى فهذا هو الأصل المعتبر في المسائل الثلاثة.

ترجمہ: جب کسی کو دو تباہ کن صورتوں کا سامنا ہو تو واجب ہے کہ ان میں سے کمتر کو برداشت کرے تا کہ برتر کو ہٹا سکے؛ اور یہی وہ اصول تھا جو ان تین کاموں میں اپنایا گیا (جو حضرت خضر علیہ سلام نے کئے)۔[۹]

اسلامی شریعت اس اصول پہ مبنی بہت سی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ نماز اسلام کا اہم ترین ستون ہے لیکن اگر آپ نماز ادا کر رہے ہیں، اسی اثناء میں کوئی بچّہ کنوئیں میں گر جاتا ہے اور وہاں بچّے کو بچانے والا اور کوئی موجود نہیں تو شریعت آپ کو حکم دیتی ہے کہ نماز چھوڑ دیں اور بچّے کو بچانے کی کوشش کریں۔ اگر آپ اس حکم کو نظر انداز کرتے ہیں تو نماز قبول نہیں ہوگی اور آپ ایک زندگی کو بچانے سے غفلت برتنے پر قصوروار ٹھہریں گے۔

اب فرض کریں کہ کفّار کسی مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؛ نہ اس لئے کہ اس نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے بلکہ صرف اس لئے کہ وہ دولت ایمان رکھتا ہے۔ مذکور مسلمان کہیں چھپ جاتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اس نے خود کو کہاں چھپا رکھّا ہے۔ کفّار آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ آیا آپ جانتے ہیں کہ مطلوبہ شخص کہاں ہے؛ ایسی صورت میں آپ دو برائیوں کے درمیان ہیں: یا تو آپ 'نہیں' کہتے ہیں اور جھوٹ کے مرتکب ہوتے ہیں اور یا آپ

[۹] الرّازی: تفسیر مفاتیح الغائب، اولڈ ایڈیشن، جلد ۵، صفحات ۷۵۰-۷۴۶۔

'ہاں' کہتے ہیں اور ایک معصوم مسلمان کے قتل کا باعث بنتے ہیں۔ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ ایسی صورت میں اس سچ پر جھوٹ کو ترجیح دی جائے جو قتل کا باعث بنتا ہو۔[۱۰]

فرض کیجئے کہ کفّار نے کسی مسلمان کو پکڑ لیا ہے اور وہ مسلمان آپ ہیں۔ وہ آپ کے سامنے دو صورتیں رکھتے ہیں کہ: یا تو اسلام کو ترک کر دیجئے اور یا مرنے کو تیّار ہو جائیں۔ اگر ایمان کا حقیقی نور آپ کے دل کو منوّر کئے ہوئے ہے تو صرف زبان سے کہے گئے الفاظ اسے بجھا نہیں سکتے۔ کفر کے ان الفاظ کی مثال یوں ہی ہوگی گویا کوئی تاریک چادر آپ کے ایمان کی روشنی کو کفّار سے چھپا لے لیکن یہ الفاظ بذات خود اس نور ایمان پر برے اثرات نہیں چھوڑ سکتے۔

اگر آپ اس شعلہ کو اس چادر میں نہیں چھپاتے تو آپ اس زندگی سے محروم ہوجائیں گے

---

۱۰ تمام اسلامی مکاتب فکر متّفق ہیں کہ تقیّہ کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ اس قسم کے حالات میں یہ واجب ہے۔ مثال کے طور پہ دیکھئے صحیح مسلم اور اس کی شرح از النّووئی جس میں کہا گیا ہے کہ:

وقد اتفق الفقهاء على أنه لو جاء ظالم يطلب انسانا مختفيا ليقتله أو يطلب وديعة لإنسان ليأخذها غصبا وسأل عن ذلك وجب على من علم ذلك إخفاؤه وإنكار العلم به وهذا كذب جائز بل واجب لكونه في دفع الظالم

ترجمہ: اسلامی فقہاء متّفق ہیں کہ اگر کوئی ظالم کسی چھپے ہوئے شخص کی تلاش میں ہو اور اسے قتل کرنا چاہتا ہو یا کسی ایسی چیز کی تلاش میں ہو جو آپ کے پاس امانت ہو اور وہ اسے غیر قانونی طور پہ غصب کرنا چاہتا ہو اور وہ ظالم و فاسق اس (چھپے ہوئے مظلوم) شخص کے بارے میں یا اس چیز کے بارے میں آپ سے دریافت کرے تو آپ پر واجب ہے کہ اس شخص یا اس چیز کے بارے میں کوئی علم رکھنے سے انکار کر دیں (باوجود اس بات کے کہ آپ اس کا علم رکھتے ہوں)؛ اور یہ نہ صرف شرعی طور پہ جائز بلکہ واجب جھوٹ ہے کیونکہ یہ کسی ظالم و فاسق کو ہٹانے کے لئے بولا جاتا ہے۔ (صفحات ۱۰۶، ۱۱۰، ۲۰۰ اور ۳۲۵)

امام مسلم نے اس موضوع پر پورا باب لکھا ہے یعنی "جائز جھوٹ اور ناجائز جھوٹ کے بیان پر باب"۔

ان حوالہ جات سے بھی رجوع کیجئے:

۱. العینی: عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، مصر، جلد ۵، صفحہ ۵۸۱؛ جلد ۶، صفحہ ۳۵۲؛
۲. امام الرّازی: تفسیر مفاتیح الغائب، جلد ۶، صفحہ ۱۶۴؛
۳. علّامہ وحید الزّماں: نزول الابرار من فقہ النّبی المختار، جلد ۳، صفحہ ۱۲۳۔

جسے آپ بعد میں خدمت اسلام میں صرف کر سکتے ہیں۔

مختصر یہ کہ، اسلام کے خلاف چند جھوٹے الفاظ کہہ دینے سے آپ اپنی زندگی اور اپنا ایمان بھی بچا سکتے ہیں؛ اور ان چند الفاظ کے ادا نہ کرنے سے آپ کی زندگی اپنے انجام کو پہنچ جائے گی اور اس کے ساتھ ہی ایسا ہر امکان ختم ہوجائے گا کہ آپ آئندہ زندگی میں خدمت اسلام انجام دے سکیں۔ اسی لئے اللہ تعالی نے آپ کو اجازت دی ہے کہ آپ اسلام کے خلاف چند الفاظ ادا کر کے اپنی زندگی بچا سکتے ہیں۔[11]

سوال نمبر ۷: آپ جو چاہیں کہہ لیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ تقیّہ نفاق (منافقت) کی ہی ایک قسم ہے۔

جواب: حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دراصل تقیّہ نفاق کی ضد ہے۔ یاد رکھیں، ایمان اور کفر کا اعلان و اظہار چار صورتوں میں ممکن ہے:

۱. اسلام پر دلی اعتقاد اور لفظوں کی صورت میں اس کا اظہار۔
یہ کھلا ایمان ہے۔

۲. خلاف اسلام اعتقادات قلبی اور خلاف اسلام اعتقادات کا اظہار الفاظ میں۔
یہ کھلا کفر ہے۔

یہ دونوں صورتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک جگہ پر اکھٹّی نہیں ہو سکتیں۔

۳. خلاف اسلام اعتقادات قلبی لیکن الفاظ میں اظہار اسلام۔
یہ نفاق ہے۔

۴. اسلام پر دلی اعتقادات لیکن خلاف اسلام اعتقادات کا اظہار الفاظ میں۔
یہ تقیّہ ہے۔

---

[11] درج بالا حوالہ جات سے رجوع کیجئے اور ملاحظہ فرمائیں کہ سنّی علماء متّفقہ طور پہ تسلیم کرتے ہیں کہ زندگی، آبرو اور مال بچانے کی خاطر تقیّہ جائز ہے۔

اور یہ دونوں صورتیں (نفاق اور تقیّہ) یکجا نہیں ہوسکتیں اور ایک دوسرے کی ضد ہیں۔[۱۲]

سوال نمبر ۸: آپ نے دعوی کیا کہ بہت سے اصحاب رسول (ص) نے اس پر عمل بھی کیا۔ کیا آپ اس کی کوئی مثال دے سکتے ہیں؟

جواب: ہم ابتداء میں عمّار بن یاسرؓ کی مثال بیان کر چکے ہیں: قریش نے یاسرؓ اور ان کی زوجہ سمیّہؓ کو ان کے ایمان کے جرم میں بڑی بے رحمی سے قتل کر دیا گیا۔ وہ اسلام کے پہلے شہداء تھے۔ جب والدین کو قتل کر دیا گیا، عمّارؓ نے بظاہر اسلام کو ترک کر دینے کا اعلان کر دیا اور یوں اپنی جان بچائی۔ کسی نے پیغمبر اسلام (ص) کو جاکر بتایا کہ عمّار کافر ہوگئے ہیں۔ پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا: "ہر گز نہیں! بلا شبہ عمّار کا جسم و روح حقیقی ایمان سے سرشار ہے"۔ پھر عمّارؓ زار و قطار روتے ہوئے پیغمبر اکرم (ص) کے پاس آئے اور بتایا کہ انہیں کفّار کے نرغے سے بچنے کے لئے اسلام کے خلاف کچھ الفاظ ادا کرنا پڑے۔ پیغمبر اکرم (ص) نے پوچھا: "تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟" عمّارؓ نے عرض کیا: "ایمان میں راسخ"۔ پیغمبر صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے بتایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں اور نصیحت کی کہ اگر دوبارہ مجبور کریں تو یہی الفاظ دہرا دیں۔

نہ صرف پیغمبر اکرم (ص) نے عمّارؓ کے اس انتخاب کو پسند کیا بلکہ اللہ تعالی نے بھی اس آیت میں اس عمل کے صحیح ہونے کی تصدیق کی جو بالکل آغاز میں ہم تحریر کر چکے یعنی:

---

[۱۲] امام الرّازی نے بھی درج ذیل الفاظ میں اس تضاد کا بیان اپنی تفسیر میں کیا ہے:

هذا إشارة إلى أن الاعتبار بما في القلب فالمنافق الذي يظهر الإيمان ويضمر الكفر كافر والمؤمن المكره الذي يظهر الكفر ويضمر الإيمان مؤمن والله أعلم بما في صدور العالمين.

ترجمہ: اس سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ (ان معاملات میں) حقیقی دارومدار دل میں چھپی ہوئی بات پر ہوتا ہے۔ ایک منافق جو ایمان کا اظہار کرتا ہے اور کفر کو چھپائے رکھتا ہے، درحقیقت کافر ہے جبکہ ایک مومن جو مجبوری کے تحت کفر کا اظہار کرتا ہے اور اپنا ایمان چھپاتا ہے، ایک مومن ہے اور اللہ سب کے دلوں کے بھیدوں کو بہتر جانتا ہے۔ (تفسیر مفاتیح الغائب، مصر، سورہ عنکبوت، آیت ۱۰ کے تحت)۔

مَن كَفَرَ بِاللهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَـٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٦﴾

ترجمہ : جس نے اپنے ایمان (لانے) کے بعد اللہ کا انکار کیا، سوائے اس کے جو مجبور ہوگیا مگر اس کا دل ایمان پر تسلّی پاتا تھا لیکن جس نے کفر کے لئے سینہ کھول دیا تو ایسوں پر اللہ کی طرف سے غضب ہوگا اور انہیں بڑا عذاب ہوگا۔[۱۳]

تمام تفاسیر بتاتی ہیں کہ یہ آیت عمّار (رض) کے اس واقعے سے متعلّق ہی نازل ہوئیں۔[۱۴]

سوال نمبر ۹: کیا کوئی اور آیت اس قسم کے عمل کی اجازت دیتی ہے؟

جواب: جی ہاں! درج ذیل آیت کو دیکھئے جس میں ارشاد ہے:

لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ ۗ وَإِلَى اللهِ الْمَصِيرُ ﴿٢٨﴾ قُلْ إِن تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَاللهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾

ترجمہ : مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اللہ سے ان کا کوئی تعلّق نہیں سوائے اس کے کہ تمہیں ان سے بچاؤ کرنا ہو اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے خبردار کرتا ہے اور اللہ کی طرف ہی واپسی ہے۔ کہہ جو تمہارے سینوں میں ہے اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ اسے جانتا ہے اور جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو

۱۳؎ القرآن، سورہ نحل، آیت ۱۰۶۔

۱۴؎ (ا) السیّوطی: تفسیر الدرّ المنثور، جلد ۴، صفحہ ۱۳۲؛
(ب) الرّازی: تفسیر مفاتیح الغائب؛
(ج) الزّمخشری: تفسیر الکشّاف، بیروت، جلد ۲، صفحہ ۴۳۔
عملی طور پر تفسیر کی تمام کتابیں اس آیت کے پس منظر میں یہی واقع بیان کرتی ہیں۔

زمین میں ہے، اور اللہ ہر بات پر قادر ہے۔[۱۵]

اس اجازت کی وجہ بھی اسی آیت کریمہ میں بھی بیان کر دی گئی ہے: کہہ دیجئے کہ خواہ تم اپنے دلوں میں چھپاؤ یا ظاہر کرو خدا اسے جانتا ہے۔

یہاں اللہ تعالی مسلمانوں کو یقین دلاتا ہے کہ ایمان ایک روحانی چیز ہے جس کا تعلّق دل سے ہے اور اگر تمہارے دلوں کے اندر ایمان پختہ اور راسخ ہے تو اللہ تعالی تم سے راضی ہے خواہ تم اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ دونوں صورتوں میں یکساں ہے کیونکہ وہ تمہارے دلوں میں چھپے بھیدوں سے بھی باخبر ہے اور اگر آپ کفّار و مشرکین سے اپنا ایمان چھپائیں بھی تو اللہ اسے جانتا اور پہچانتا ہے۔

جیسا کہ سوال نمبر ا کے جواب میں وضاحت کی گئی کہ ''تقیّہ'' اور ''تقت'' دونوں مترادفات (ہم معنی الفاظ) ہیں۔

السیّوطی اس آیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وأخرج ابن جرير وابن أبي حاتم من طريق العوفي عن ابن عباس في قوله «إلاّ أن تتّقوا منهم تقاة»: فالتقيّة باللسان من حمل على أمر يتكلم به وهو معصية لله فيتكلم به مخافة الناس وقلبه مطمئن بالإيمان ، فإن ذلك لا يضره إنما التقيّة باللسان ... وأخرج عبد بن حميد عن الحسن قال: التقيّة جائزة إلى يوم القيامة. وأخرج عبد عن أبي رجاء أنه كان يقرأ «إلا أن تتقوا منهم تقية». وأخرج عبد بن حميد عن قتادة أنه كان يقرؤها «إلا أن تتقوا منه تقيّة» بالياء.

ترجمہ : اور ابن جریر اور ابن ابی ہاتم ابن عبّاس سے العوفی کے ذریعے نقل کرتے ہیں (کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں کہا): ''چنانچہ تقیّہ بذریعہ زبان ہے۔ جو کوئی ایسی بات کہنے پہ مجبور ہو جو اللہ تعالی کی نافرمانی کے زمرے میں آئے اور وہ شخص لوگوں کے خوف سے مجبور ہوکر ایسا کہے جبکہ اس کا دل ایمان میں راسخ ہو، اس سے اسے

---

[۱۵] القرآن، سورہ آل عمران، آیت ۲۸-۲۹۔

کوئی نقصان نہیں پہنچے گا (دینی لحاظ سے) بے شک تقیّہ صرف زبان ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔'' ... اور ابن حمید نے الحسن (البصری) سے روایت نقل کی ہے کہ: ''تقیّہ روز قیامت تک جائز ہے''؛ اور عبد (ابن حمید) نے ابورجا سے روایت نقل کی ہے کہ وہ یوں تلاوت کر رہے تھے: الّا عن تتّقو منهم تقيّتن؛ اور عبد ابن حمید نے قتادہ سے نقل کیا کہ وہ بھی اسی طرح تلاوت کر رہے تھے ..... تقيّتن ''ي'' کے ساتھ۔[۱۶]

امام فخر الدّین رازی نے اس آیت کے تحت تقیّہ سے متعلّق کچھ قوانین کا ذکر کیا ہے جن میں سے کچھ یہاں دیے جا رہے ہیں:

الحكم الثالث للتقية : أنها إنما تجوز فيما يتعلق بإظهار الموالاة والمعاداة، وقد تجوز أيضا فيما يتعلق بإظهار الدين. فأما ما يرجع ضرره إلى الغير كالقتل والزنا وغصب الأموال والشهادة بالزور وقذف المحصنات واطلاع الكفار على عورات المسلمين، فذلك غير جائز البتة.

الحكم الرابع : ظاهر الآية يدل أن التقيّة إنما تحل مع الكفار الغالبين إلا أن مذهب الشافعي رضي الله عنه أن الحالة بين المسلمين إذا شاكلت الحالة بين المسلمين والمشركين حلت التقيّة محاماة على النفس.

الحكم الخامس : التقيّة جائزة لصون النفس، وهل هي جائزة لصون المال يحتمل أن يحكم فيها بالجواز ، لقوله ﷺ «حرمة مال المسلم كحرمة دمه» ولقوله ﷺ «من قتل دون ماله فهو شهيد» ولأن الحاجة إلى المال شديدة والماء إذا بيع بالغبن سقط فرض الوضوء، وجاز الاقتصار على التيمم دفعا لذلك القدر من نقصان المال، فكيف لا يجوز ههنا، والله أعلم.

---

[۱۶] السیّوطی: الدرّ المنثور، جلد ۲، صفحات ۱۷-۱۶۔

الحكم السادس : قال مجاهد : هذا الحكم كان ثابتا في أول الإسلام لأجل ضعف المؤمنين فأما بعد قوة دولة الإسلام فلا، وروى عوف عن الحسن : أنه قال التقيّة جائزة للمؤمنين إلى يوم القيامة، وهذا القول أولى، لأن دفع الضرر عن النفس واجب بقدر الإمكان.

ترجمہ : تیسرا قانون: تقیّہ دوستی یا دشمنی سے متعلّق معاملات میں جائز ہے اور یہ (ان کا) مذہب تسلیم کرنے کے اظہار میں بھی جائز ہے۔ لیکن ایسے معاملات میں اس کی اجازت نہیں جو دوسروں کو متاثر کر رہے ہوں مثلاً قتل، زنا، غصب اموال، دروغ گوئی، شادی شدہ عورت پر الزام یا مسلم دفاع کے سلسلے میں کفّار کو کمزوریوں سے آگاہ کرنا۔

چوتھا قانون: قرآنی آیات بظاہر بتاتی ہیں کہ تقیّہ کفّار کی اکثریّت کی صورت میں جائز ہے لیکن امام شافعی (رح) کے مذہب کے مطابق اگر مسلمانوں کے (مختلف فرقوں کے) درمیان بھی ویسے ہی حالات ہوں جیسے مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان، تو تقیّہ (مسلمانوں کے درمیان بھی) اپنی جان کی حفاظت کے لئے جائز ہے۔

پانچواں قانون: تقیّہ زندگی کی حفاظت کے لئے جائز ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ اموال کی حفاظت کے لئے بھی جائز ہے؟ ممکن ہے کہ یوں (حفاظت مال میں) بھی جائز ہو کیونکہ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا: "ایک مسلمان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے" اور مزید فرمایا: "جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے" اور چونکہ انسان کو مال کی ضرورت ہے؛ اگر پانی بہت زیادہ مہنگے داموں فروخت ہونے لگے تو وضو واجب نہیں رہتا بلکہ مال کے اس نقصان سے بچنے کی خاطر تیمّم کیا جا سکتا ہے چنانچہ یہی اصول یہاں پر لاگو کیوں نہ کیا جائے؟ واللہ عالم۔

چھٹا قانون: مجاہد نے بیان کیا ہے کہ یہ (تقیّہ کا) قانون ابتدائے اسلام میں جائز تھا کیونکہ مومنین کمزور تھے لیکن چونکہ اب اسلامی حکومت قدرت و قوّت رکھتی ہے تو یہ جائز نہیں۔ لیکن عوف نے حسن (البصری) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: 'تقیّہ روز قیامت تک مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔' اور یہ نظریہ زیادہ قابل قبول ہے کیونکہ یہ واجب ہے جس حد تک ممکن ہوسکے اپنے آپ کو نقصان و آزار سے بچانا واجب ہے۔[۱۷]

امام بخاری نے "کتاب الاکراہ" کے نام سے ایک پورا باب لکھا ہے جو اکراہ/ جبر کے موضوع پر ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

وقول الله تعالى إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان ... وقال: إلا أن تتقوا منهم تقاة وهي تقية ... وقال الحسن: التقيّة إلى يوم القيامة ... وقال النبي صلى الله عليه وسلم: الأعمال بالنية.

ترجمہ : اور اللہ تعالی نے فرمایا: "سوائے اس وقت کہ جب ان کے خوف کی وجہ سے ان (کے شر) سے خود کو بچانا پہ مجبور ہو" اور یہ تقیّہ ہے ..... اور حسن (بصری) نے کہا: 'تقیّہ روز قیامت تک ہے ..... اور پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا: "اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے"۔[۱۸]

السیّد الرضی (نہج البلاغہ کے مصنّف)، اسی سلسلے میں سورہ آل عمران کی آیت ۲۸-۲۹ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم استثنى تعالى حال التقيّة، فقال: (إلا أن تتقوا منهم تقاة)، وقرئ: (تقيّة)، وكلاهما يرجعان إلى معنى واحد، فكأنه سبحانه أباح في هذه الحال عند الخوف منهم إظهار موالاتهم ومما يلتهم قولا باللسان، لا عقدا بالجنان.

ترجمہ : پھر اللہ تعالی نے ایک مستثنی اصول قرار دیا (کفّار کے ساتھ ولا (دوستی) نہ رکھنے کے

---

۱۷ الرّازی: تفسیر مفاتیح الغائب، بیروت، تیسرا ایڈیشن، جلد ۷، صفحہ ۱۳۔

۱۸ البخاری: الصحیح، مصر ایڈیشن، جلد ۹، صفحات ۲۴-۲۵۔

اصول میں) اور یہ استثناء تقیّہ کی صورت میں ہے چنانچہ اس نے فرمایا: "إلّا أن تتّقوا منهم تقاةً" اور اسے تقیّتہ بھی پڑھا جاتا ہے اور دونوں الفاظ کا ایک ہی مطلب ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی نے اس صورت حال میں (جب انسان کو ان کے شر کا ڈر ہو) ان کے ساتھ دوستی اور رجحان کا زبان سے اظہار کرنے کی اجازت دی ہے لیکن قلبی ارادہ اس میں شامل نہیں ہونا چاہئیے۔[۱۹]

قرآن پاک میں چار سورۃ مبارکہ ایسی ہیں جو حرام خوراک کھانے کی اجازت دیتی ہیں جب فاقہ کشی سے مر جانے کا ڈر ہو اور حلال خوراک میسّر نہ ہو۔ ان میں سے ایک کچھ یوں ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٧٣﴾

ترجمہ : بے شک اس نے تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام پکارا گیا ہو حرام کئے ہیں پھر کوئی لاچار ہوجائے مگر باغی یا حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔[۲۰]

یہی حقیقت سورہ مائدہ، آیت ۳؛ سورہ انعام، آیت ۱۴۵؛ اور سورہ نحل، آیت ۱۱۵ میں دہرائی گئی ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی وضاحت کی گئی کہ ایک مومن کی زندگی قیمتی ترین چیز ہے اور یہی وجہ ہے کہ زندگی خطرے میں ہو تو سوءر اور مردار جیسی قابل نفرت چیز کھانے کی اجازت بھی دے دی گئی ہے۔

اسی طرح اگر چند غلط الفاظ کے ادا کرنے پر زندگی کا انحصار ہو تو یہی اصول لاگو ہوگا۔

اسی وجہ سے پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا:

لا دين لمن لا تقيّة له.

ترجمہ : جس میں تقیّہ نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔[۲۱]

---

۱۹ السیّد الرضی: تفسیر حقائق التّاویل، جلد ۵، صفحہ ۷۴۔

۲۰ القرآن، سورہ بقرہ، آیت ۱۷۳۔

۲۱ ملّا علی متّقی: کنز العمال، بیروت، پانچواں ایڈیشن، ۱۴۰۵/۱۹۸۵، جلد ۵، صفحہ ۹۶، حدیث نمبر ۵۶۶۵۔

اور امام محمّد الباقر (ع) نے فرمایا:

قال أبو جعفر: التقيّة ديني ودين آبائي، ولا دين لمن لا تقيّة له.

ترجمہ : تقیّہ میرا دین ہے اور میرے آباء و اجداد کا دین ہے؛ جس میں تقیّہ نہیں اس کا ایمان نہیں۔[۲۲]

سوال نمبر ۱۰: اگرچہ قرآن و حدیث میں اس کی اجازت ہے، تاہم یہ عمل کچھ ناپسندیدہ ہے۔ میرا نہیں خیال کہ اللہ تعالی اس عمل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اگرچہ (بوقت ضرورت) اس کی اجازت دی گئی ہے۔

جواب: آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا کہ تقیّہ کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ بعض حالات میں یہ واجب ہوجاتا ہے۔ کیا آپ کے خیال میں اللہ تعالی کسی ناپسندیدہ چیز کو واجب قرار دے گا؟ مزید یہ کہ حضور (ص) نے تقیّہ کو دین کا جزو قرار دیا ہے اور امام محمّد باقر (ع) نے واضح الفاظ میں اس بات کی تصدیق کی ہے۔

تاہم اگر آپ قرآن پاک پر غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالی کی مقدّس کتاب تقیّہ کا ذکر توصیفی الفاظ میں کرتی ہے سورہ ۴۰، آیت ۲۸ میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ. . .

ترجمہ : اور آل فرعون میں سے ایک مومن شخص نے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا، کہا ...[۲۳]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالی ایمان کے پوشیدہ رکھے جانے پر راضی تھا کیونکہ اس کے بہت سے فوائد تھے جیسا کہ حضرت ابوطالب (ع) نے بھی اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا کیونکہ اس سے بہت سے دینی مفاد وابستہ تھے چونکہ حضرت ابوطالب (ع) نے اپنے ایمان کا اعلان نہیں فرمایا لہذا وہ باآسانی رسول اللہ (ص) کی زندگی کی حفاظت فرما سکے۔ اسی طرح فرعون مصر کے خاندان سے

---

[۲۲] الکلیانی: الکافی، تہران، ۱۳۸۸، جلد ۲، صفحہ ۱۷۴۔

[۲۳] القرآن، سورہ غافر، آیت ۲۸۔

تعلّق رکھنے والا شخص اپنے ایمان کا کھلے عام اظہار نہ کر کے پیغمبر موسی علیہ سلام کی زندگی بچانے کے قابل ہوگیا۔

تاہم، تقیّہ پر مبنی اس کا ایمان اللہ تعالی کو اس قدر پسند آیا کہ اسے "صدّیق" (سچّا ترین) کے طور پر شمار کیا گیا۔ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا:

الصديقون ثلاثة: حبيب النجار مؤمن آل ياسين الذي قال: «يا قوم اتبعوا المرسلين»، وحزقيل مؤمن آل فرعون الذي قال: «أتقتلون رجلا أن يقول ربي الله»، وعلي بن أبي طالب وهو أفضلهم. (أخرجه البخاري عن إبن عباس وأحمد عن أبي ليلىٰ).

ترجمہ : صدیقوں (یعنی انتہائی سچے لوگ) تین شخص ہیں: حبیب نجّار، مؤمن آل یاسین وہ کہ جس نے کہا "اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو"؛ حزقیل، فرعون مصر کے خاندان سے تعلّق رکھنے والا مومن جس نے کہا "کیا تم ایک شخص کو صرف اس بات پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ : میرا پروردگار اللہ ہے"؛ اور علی ابن ابی طالب علیہ سلام جو ان سب سے افضل ہیں۔[۲۴]

نہ صرف یہ کہ فرعون کے خاندان سے تعلّق رکھنے والا مومن تقیّہ میں تھا بلکہ البیضاوی کے مطابق خود پیغمبر موسی علیہ سلام نے بھی زندگی کا ایک بڑا حصّہ تقیّہ میں گزارا۔ درج ذیل آیت کی تفسیر میں ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ﴿١٨﴾

ترجمہ : وہ بولا کیا ہم نے تجھے بچپن میں تمہیں نہیں پالا اور تو ہمارے ہاں اپنی عمر کے کئی سال نہیں رہا۔[۲۵]

رسول اکرم (ص) کے زمانے کی طرف واپس آتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام (ص) نے تین سال تک اپنے مقصد اسلام کو خفیہ رکھا اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح حضرت عمّار بن

[۲۴] عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب، دوسرا ایڈیشن، صفحہ ۲۳۔

[۲۵] القرآن، سورہ شعراء، آیت ۱۸: تفسیر البیضاوی، مصر، جلد ۱، صفحات ۱۱۲، ۳۹۶ جیسا کہ فلک النجّات میں حوالہ پیش کیا گیا، جلد ۲، صفحہ ۱۰۳۔

یاسرؓ نے تقیّہ کا سہارا لیا۔ یہ مکّی دور تھا۔ حتّی کہ ہجرت کے بعد بھی مکّہ میں بہت سے ایسے مومنین باقی تھے جن کے اسلام لانے کا دوسروں کو علم نہیں تھا۔ جب چھٹی ہجری میں صلح حدیبیّہ طے پائی تو بہت سے مسلمان اس کی شرائط سے ناخوش تھے۔

حضرت عمر ابن خطّاب اس پر اس قدر برہم تھے کہ انہوں نے رسول (ص) سے احتجاج بھی کیا اور بعد کے دنوں میں وہ کہا کرتے تھے:

ما شككت منذ أسلمت إلا يومئذٍ

ترجمہ : میں نے جب سے اسلام قبول کیا مجھے کبھی رسول (ص) کی رسالت پر اتنا شک نہیں ہوا جتنا حدیبیّہ کے روز ہوا۔[۲۶]

اس گروہ کو جواب دیتے ہوئے اللہ تعالی اس معاہدے کی وجہ اور جنگ نہ کرنے کے اسباب میں سے ایک یوں بیان فرماتا ہے:

. . . وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ. . .

ترجمہ : .... لیکن اگر مومن مردوں اور مومن عورتوں کا جنہیں تم جانتے نہ تھے خیال نہ ہوتا کہ تم لاعلمی میں انہیں کچل دو گے، پھر ان کی وجہ سے تمہیں پریشانی ہوگی....[۲۷]

یہ آیت واضح طور پہ بتاتی ہے کہ مکّہ میں کچھ مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایسی تھی جن کے اسلام لانے کے بارے میں نہ صرف کفّار لاعلم تھے بلکہ مدینہ کے مسلمان بھی آگاہ نہیں تھے اور ان تقیّہ کرنے والوں کو اللہ تعالی "مومن مرد" اور "مومنہ عورتیں" کہہ کر بیان کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ، یہ آیات، روایات اور واقعات واضح طور پہ ظاہر کرتی ہیں کہ اگر کسی کی زندگی اس کے ایمان کی وجہ سے خطرے میں ہو تو اسے اجازت ہے کہ وہ اپنے حقیقی عقیدہ کے برعکس کچھ الفاظ کہہ کر اپنی جان بچا لے جو بہرحال قیمتی ہے اور ایسا 'جھوٹ' اس کی غلطی شمار نہیں ہوگا۔

السیّد الرّضی کہتے ہیں:

وقد علمنا أن التقيّة لا تدخل الا في الظاهر، دون ما في الضمير الباطن،

---

۲۶ السیّوطی: الدرّ المنثور، جلد ۶، صفحہ ۷۷۔

۲۷ القرآن، سورہ فتح، آیت ۲۵۔

لان من خوف غيره ليفعل أمرا من الأمور إذا كان من أفعال القلوب، لا يتمكن من معرفة حقيقة ما في قلبه، وإنما يستدل باظهار لسانه على إبطان جنانه، فالذي يحسن عند التقيّة إظهار موالاة الكفار قولا بالخلاط والمقاربة، وحسن المعشرة والمخالقة، ويكون القلب على ما كان من قبل في اضمار عداوتهم، واعتقاد البراءة منهم، وينوي الانسان بما يظهره من ذلك معاريض الكلام، واحتمالات الخطاب.

ترجمہ : ... اور ہم جانتے ہیں کہ تقیّہ صرف ظاہر پر اثر انداز ہوتا ہے (یعنی اس کا اثر صرف زبان پر ہوتا ہے) نہ کہ باطن پر (یعنی دل، نفس اور روح پر)۔ جب کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی کام پہ مجبور کرتا ہے (اور اس کام کا تعلّق دل سے ہوتا ہے) تو جابر شخص کے پاس، یہ جاننے کے لئے کہ اس کی خواہش پر عمل کر لیا گیا ہے یا نہیں، کوئی اور طریقہ نہیں ہوتا سوائے اس کی زبان سے ادا کئے گئے چند الفاظ کے جس سے وہ یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ وہ مجبور شخص کے دل (کی حالت) کو بدلنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اس لئے تقیّہ پر عمل کرتے وقت بہترین عمل یہی ہے کہ لفظوں کے ذریعے کفّار کے ساتھ دوستی کا اظہار کیا جائے، ان کے ساتھ میل ملاپ رکھا جائے اور اچھّے طور طریقے سے ان کے ساتھ رہا سہا جائے لیکن دل میں ان کے لئے وہی جذبات ہونے چاہئیں جو پہلے تھے یعنی خفیہ طور پہ ان سے دشمنی اور برات (علیحدگی) کا ایمان ہی ہونا چاہیئے۔ اور ایسا شخص (جو اپنے آپ کو اس صورت حال میں پائے) جس حد تک ممکن ہوسکے تقیّہ سے کام لے اور ذو معنی روش اپنائے (یعنی ایسے الفاظ اور جملے ادا کرے جو دو قسم کے معنی کے حامل ہوں – ایک معنی درست ہو اور دوسرا غلط؛ بولنے والا اپنے ارادہ میں ان کا درست مطلب مراد لے لیکن کفّار اس کا دوسرا مطلب سمجھیں۔)[۲۸]

---

۲۸ السیّد الرضی: حوالہ دیا گیا ہے اس کتاب میں، صفحہ ۷۷۔

طوریہ : تقیّہ کرنے کا بہترین طریقہ

سوال نمبر ۱۱: یہاں درج السیّد الرضی کے آخری پیراگراف کا کیا مطلب ہے؟

جواب: انہوں نے یہاں تقیّہ کے بہترین طریقہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو طوریہ کہلاتا ہے۔
بعض اوقات کوئی جملہ اس انداز میں ادا کیا جاتا ہے کہ سننے والا اسے اپنے نظریات و خیالات کی تائید سمجھتا ہے جبکہ بولنے والے کے پیش نظر ایک مختلف معنی ہوتا ہے۔ طوریہ کی ایک عمدہ مثال "آل فرعون کے مومن" کی گفتگو میں ملتی ہے۔

اسلامی روایات بتاتی ہیں کہ وہ فرعون کا عم زاد تھا جب موسی علیہ السلام کی طرف اس کے جھکاؤ و حمایت کا علم ہوا تو فرعون کے کچھ درباریوں نے اسے بتایا کہ اس کا عم زاد موسی علیہ السّلام کا پیروکار ہے اور فرعون کی خدائی پر یقین نہیں رکھتا۔

فرعون اس پر طیش میں آگیا اور اپنے عم زاد سے کہا کہ اس بات کی وضاحت کرے۔ دربار بھرا ہوا تھا "آل فرعون کے مومن" نے ان سے پوچھا:

مومن: مجھے بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟

درباری: فرعون۔

مومن: تمہارا خالق کون ہے؟

درباری: فرعون۔

مومن: تمہارا پروردگار کون ہے جو تمہیں زندہ رکھتا ہے اور تمہاری تکلیفوں کو تم سے دور کرتا ہے؟

درباری: فرعون۔

پھر وہ مومن بولا: اے بادشاہ! میں تمہیں اور یہاں موجود تمام لوگوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں

کہ ان کا رب میرا رب ہے اور ان کا پروردگار میرا پروردگار ہے اور ان کی حیات و رزق کا نگران میری حیات و رزق کا نگران ہے۔ میرا اور کوئی رب اور خالق نہیں سوائے اس کے جو ان کا بھی رب اور خالق ہے .....

فرعون کی بے چینی ختم ہوئی اور چغل خوروں کو شدید اذیّت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔[۲۹]

لیکن اس اظہار و اعلان پر فرعون کی خوشی کے باوجود 'مومن' کی حقیقی نیّت بالکل واضح ہے۔

نیو ٹسٹامنٹ کی دو مثالیں بھی یہاں درج کرنا خوب ہوں گی۔

حضرت عیسی علیہ السّلام کا طوریہ

سینٹ میتھیوز نے بیان کیا ہے:

پھر فیریسی گئے اور مشورہ کرنے لگے کہ وہ کس طرح حضرت عیسی علیہ السّلام کو ان کی گفتگو میں زیر کر سکتے ہیں۔

اور انہوں نے ہیروڈئنز کے ساتھ اپنے حواریوں کو ان کی طرف روانہ کیا، یہ کہتے ہوئے کہ: اے سردار ہم جانتے ہیں کہ تم سچّے ہو اور خدا کا سچّا راستہ سکھاتے ہو، نہ ہی تم کسی انسان کی پرواہ کرتے ہو کیوں کہ تم انسان کی ذات کو مدّ نظر نہیں رکھتے۔

اس لئے ہمیں بتاؤ، تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا قیصر کو خراج تحسین پیش کرنا جائز ہے؟

لیکن حضرت عیسی علیہ السّلام ان کی مکّاری سمجھ گئے اور کہا، مجھے کیوں ورغلاتے ہو، اے منافقو؟

مجھے وہ رقم دکھاؤ جو تم خراج تحسین کے طور پہ پیش کرنا چاہتے ہو۔ اور وہ ان کے پاس ایک سکّہ (پینی) لے آئے۔

اور انہوں نے ان سے کہا، یہ عکس اور یہ شبیہہ کس کی ہے؟

ان لوگوں نے ان (عیسی علیہ السّلام) سے کہا، قیصر کی۔ اس پھر عیسی علیہ السّلام نے فرمایا: قیصر کی چیزوں کو قیصر کے حوالے سے بیان کرو اور خدا کی چیزوں کو خدا کے حوالے سے۔

---

۲۹ الطبرسی: الاحتجاج، بیروت، ۱۴۰۳/۱۹۸۳، جلد ۲، صفحات ۳۷۰–۳۷۱۔

جب انہوں نے یہ الفاظ سنے وہ حیران ہوئے اور انہیں چھوڑ دیا اور اپنی راہ لی۔[۳۰]

سینٹ پال کا تقیّہ

سینٹ پال کو یہودیوں کے ایک اجتماع میں لایا گیا جو ان کے عقیدہء عیسائیت کی وجہ سے اسے سزا دینا چاہتے تھے۔ اب 'ایکٹس' سے درج ذیل بیانات پڑھئے۔

جب پال نے دیکھا کہ ایک جانب سدوسی (یہودیوں کا ایک فرقہ) ہیں اور دوسری جانب فریسی (یہودی فرقہ) وہ اس مجلس میں پکار اٹھّے، اے لوگو اور بھائیو! میں ایک فریسی ہوں؛ فریسی کا بیٹا ہوں؛ مردہ لوگوں کی امّید اور جزا کی خاطر مجھے زیر سوال لایا گیا۔

اور جب انہوں نے ایسا کہا تو فریسی اور سدوسی میں ایک بحث شروع ہوگئی اور اجتماع تقسیم ہوگیا۔

کیونکہ سدوسی کہتے ہیں کہ نہ تو کوئی روز حساب ہے اور نہ کوئی روح لیکن فریسی دونوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

اور زوردار چیخ بلند ہوئی اور کاتبین جو فریسی کے حامی تھے اٹھّے اور یہ کہتے ہوئے کوشش کرنے لگے، "ہم اس آدمی میں کوئی برائی نہیں پاتے"۔[۳۱]

تقیّہ کی ایسی ہی بہت سی اقسام شیعہ ذرائع سے نقل کی جا سکتی ہیں لیکن جیسا کہ ان میں سے اکثر کے ساتھ عربی زبان میں وضاحت ضروری ہے لہذا بہتر ہے کہ انہیں یہاں درج نہ کیا جائے۔ تاہم ان میں سے ایک ذیل میں بیان کی جا رہی ہے تا کہ موضوع کو مکمّل کیا جا سکے۔

ایک مبلّغ سے دوران خطبہ پوچھا گیا: پیغمبر اکرم (ص) کے بعد کون افضل ترین مقام رکھتا تھا؟ ابو بکر یا علی؟ جواب دیا گیا:

مَن كان بِنْتُهُ فِي بَيْتِهِ

اس کی تشریح یوں بھی کی جا سکتی ہے: "وہی جن کی بیٹی ان (پیغمبر اکرم ص) کے گھر میں تھی" یعنی ابو بکر۔ اور اسے بآسانی اس مفہوم میں بھی لیا جا سکتا ہے: "وہ جن کے گھر ان (پیغمبر اکرم ص) کی بیٹی تھی" یعنی علی (ع)۔

۳۰ میتھیو، ۲۲: ۱۵–۲۲۔

۳۱ ایکٹس، ۲۳: ۶–۹۔

کن حالات میں تقیّہ کی اجازت نہیں ہے؟

سوال نمبر ۱۲: اگر اسلام تقیّہ کی اجازت دیتا ہے تو امام حسین علیہ السّلام نے تقیّہ کیوں نہ کیا؟ آپ علیہ السّلام نے تقیّہ میں پناہ لینے کی بجائے سچّائی کی قربان گاہ پر اپنا سب کچھ کیوں قربان کر دیا؟

جواب: تقیّہ کی بنیاد اس اصول پہ ہے کہ جب انسان دو برائیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے پہ مجبور ہو تو نسبتاً کمتر نوعیّت کی برائی کو اپنا لے۔ جھوٹ بولنا اتنا بڑا گناہ نہیں ہے جتنا سنگین گناہ ایک زندگی کو تباہ کرنا ہے۔ اس لئے زندگی خطرے میں ڈالنے کی نسبت جھوٹ بولنا کمتر نوعیّت کا گناہ ہے۔

اب اگر اپنی زندگی کا تحفّظ کسی دوسرے مومن کی زندگی کو خطرے میں ڈالنے پر منحصر ہو تو اسی منطق کے مطابق تقیّہ کی اجازت نہیں ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں ایک مومن لقمہء اجل بن جائے گا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ کسی دوسرے مومن کی موت کا سبب بننے کی بجائے اپنی جان دے دیں۔

اسی اصول کے تحت اگر کسی کا تقیّہ دوسرے مومنین کے ایمان کو تباہ کر دینے کا باعث ہوسکتا ہے تو ایسی صورت میں اس شخص کو تقیّہ کی اجازت نہیں ہے۔

مثال کے طور پر امام حسین علیہ السّلام کی مثال لیجئے۔ یزید کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں اور ہمیں اس کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ایسے کردار کا شخص امام حسین علیہ السّلام سے بیعت کا مطالبہ کرتا ہے جو نواسہء رسول (ص) ہیں اور اسلامی اقدار و مذہبی اصولوں کی علامت ہیں۔ یزید (لع) نے مدینہ کے گورنر کو خط لکھا اور کہا کہ امام حسین علیہ السّلام سے بیعت کا مطالبہ کرے اور امام علیہ السّلام کے انکار کی صورت میں آپ علیہ السّلام کا سر اقدس دمشق بھجوا دیا جائے۔

چنانچہ امام حسین علیہ السّلام اس مطالبے کو مسترد کر دینے کے نتائج سے بخوبی آگاہ تھے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر انہوں نے یزید کو عہد بیعت دے دیا تو مسلمان یزید کو پیغمبر اسلام (ص) کا جائز خلیفہ خیال کریں گے اور اس طرح یزید کی تمام تر عیّاشیاں اسلام کا جزو سمجھی جائیں گی۔ مختصر یہ کہ اگر امام حسین علیہ السّلام یزید (لع) کو رسول اللہ (ص) کے خلیفہ کے طور پہ قبول کر لیتے تو

اسلام کی صورت مکمّل طور پہ مسخ ہو کے رہ جاتی۔

چنانچہ ہم اس نتیجہ پہ پہنچتے ہیں کہ اگر کوئی اس مقام و مرتبہ کا حامل ہے کہ اس کے تقیّہ کی طرف رجوع کر لینے سے دوسرے لوگ گمراہی اور غیر اسلامی تعلیمات کا شکار ہوسکتے ہیں تو بنیادی اصول اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ شخص اپنی جان قربان کر دے مگر دوسروں کو گمراہ ہونے سے بچا لے۔ ایک یا زیادہ زندگیاں اس قدر اہمیّت نہیں رکھتیں جس قدر ایک یا زیادہ لوگوں کا ایمان اور روحانی اقدار اہمیّت کی حامل ہیں۔

آخر میں یہ بات ضرور دہرائی جانی چاہئیے کہ تقیّہ صرف شیعہ عقیدہ کا ہی خاصہ نہیں بلکہ اسلام کا ہر فرقہ اس اصول کو تسلیم کرتا ہے۔ اس تحریر میں صحیح بخاری سے بھی حوالہ جات دیے گئے ہیں اور قرآن پاک کے سنّی مفسّرین کے بیانات بھی پیش کئے گئے ہیں۔ امام شافعی نے مسلمانوں کے سامنے بھی اور غیر مسلموں کے سامنے بھی بوقت ضرورت تقیّہ کی اجازت دی ہے اور تمام سنّی عقیدہ سے تعلّق رکھنے والے تمام علماء نے، بغیر کسی استثناء کے، لکھا ہے کہ تقیّہ روز قیامت تک جائز ہے۔ جو اصحاب تفصیلی حوالہ جات دیکھنا چاہیں، 'فلک النجّات' از مولانا علی محمّد و مولانا امیر الدّین (لاہور، پاکستان) ملاحظہ فرمائے جہاں صفحہ نمبر ۸۹ سے لے کر صفحہ نمبر ۱۱۶ تک بیسیوں حوالہ جات دئے گئے ہیں۔

سنّی مفکّر نجم الدّین طوفی حنبلی لکھتے ہیں:

واعلم أن النزاع الطويل بينهم في التقيّة استدلالاً وجواباً ذاهب هدراً، ... وأما التقيّة ... فلا مبالاة بإثباتها وجوازها، وإنما يكره عامة الناس لفظها لكونها من مستندات الشيعة، وإلا فالعالم مجبول على استعمالها، بعضهم يسميها مداراة وبعضهم مصانعة وبعضهم عقلاً معيشياً ودلّ عليه دليل الشرع.

ترجمہ : جان لو کہ تقیّہ کے حق میں اور اس کے خلاف طویل دلائل بے کار ہیں ..... لیکن اس کے جائز اور صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ بے شک عام لوگ اس کا نام (تقیّہ) پسند نہیں کرتے کیونکہ اسے شیعہ مکتبہء فکر سے ہی مخصوص کر دیا گیا ہے ورنہ فطری طور پہ پوری دنیا اسے استعمال کرتی ہے اگرچہ کچھ لوگ اسے 'بردباری' کا نام دیتے

ہیں کچھ اسے 'سیاست' کہتے ہیں اور کچھ اسے 'عمومی سمجھ بوجھ' میں شمار کرتے ہیں اور شریعت (اسلام) کے دلائل اسے ثابت کرتے ہیں۔[۳۲]

سوال نمبر ۱۳: قرآن پاک کی ان تمام آیات، پیغمبر اسلام (ص) کی احادیث، حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، اصحاب رسول (ص) اور سابقہ پیغمبروں کی حیات ہائے مقدّسہ اور سنّی علماء کے فتاوی و آراء کو مدّ نظر رکھتے ہوئے، وہابی کس بنیاد پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ شیعہ بہت سے مضحکہ خیز اعتقادات رکھتے ہیں اور اگر وہ ان اعتقادات کا انکار کرتے ہیں تو ان کی بات پر یقین نہ کیا جائے کیونکہ تقیّہ پر عمل کرتے ہیں؟

جواب: ہماری کتابیں عربی، فارسی، اردو، گجراتی، بنگالی، ہندی، سواہلی، انگریزی اور بہت سی دوسری زبانوں میں دستیاب ہیں۔ یہ ایران، عراق، خلیجی ممالک، لبنان، پاکستان، بھارت، مشرقی افریقہ، برطانیہ، کینیڈا، امریکہ اور دوسرے ممالک میں فروخت ہو رہی ہیں۔ یہ کتابیں دین، اخلاقیات، فقہ اور فلسفہ جیسے موضوعات پر ہیں۔ کچھ ہمارے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے لکھّی گئی ہیں اور کچھ جوانوں اور پختہ عمر کے افراد کے لئے ہیں۔ وہابی حضرات ہماری کتابوں سے کوئی ایسا ثبوت پیش کریں جو ان بے بنیاد الزامات کو تقویّت دیتا ہو۔ بدقسمتی سے وہ اپنی کتابوں سے یہ احمقانہ الزامات بار بار دہراتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ شیعہ عقیدہ کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہوگئے ہیں!!

ان حضرات کا کیا جواب ہوگا اگر ہم یہ لکھنا شروع کر دیں کہ: وہابی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ شیخ محمّد ابن عبدالوہّاب ان کا پیغمبر تھا اور اسی وجہ سے وہ پیغمبر اسلام (ص) محمّد ابن عبداللہ سے اس قدر بیزار ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو پیغمبر اسلام (ص) سے محبّت اور احترام سے باز رکھ سکیں لیکن وہ یہ جرآت نہیں کر سکتے کہ اس عقیدہ کا کھلّم کھلاّ اظہار کر سکیں کیونکہ اس صورت میں انہیں مکّہ و مدینہ سے نکال باہر کیا جائے گا اور وہ اپنی قوّت و اقتدار کی بنیاد کھو بیٹھیں گے؟ یہ لوگ اس الزام کی تردید کیسے کریں گے؟ یہ کیسے اپنا دفاع کریں گے جب ہم ان کے اقوال و تحریر کو مسترد کریں گے، کیونکہ ہم تو یہ حقیقت ظاہر کرتے رہیں گے کہ یہ سب جھوٹ کا پلندہ مکّہ و مدینہ جیسے مقدّس مقامات پر اپنا قبضہ برقرار رکھنے کے لئے تیّار کیا گیا۔

۳۲ طوفی: شرح الاربعین النّووی، جیسا کہ فلک النجّات میں حوالہ پیش کیا گیا، دوسرا ایڈیشن، لاہور، جلد ۲، صفحہ ۱۰۷۔

ناشر:

المعارف فاونديشن

ٹورانٹو، کینیڈا

www.al-m.ca | publications@al-m.ca | (+1-416) 624-7861